جنابِ جَون اور ارتقائے بندگی

از سید تلمیذ حسنین رضوی

بندگی شرمندگی نہیں بلکہ تابندگی اور معراجِ بشریت کا نام ہے۔العبودیه جوهرة کنهها الرّبوبیّه، عبودیت ایک ایسا جوہر ہے، جس کی حقیقت اور اصل ربوبیت ہے اور باعثِ شرف ہے۔ جبھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیوں، رسولوں اور ولیوّں کو اس فضیلت سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنا عبد بنا کر پوری کائنات کی حکمرانی سونپ دی ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو قرآن کریم میں عبداً شکوراً کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام آغوشِ مادر میں یہ کہتے نظر آتے ہیں،انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیًّا(۳۰ سورہ مریم ۱۹)، میں اللہ کا بندہ ہوں ،اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے ۔سید الانبیاء والمرسلین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خداوند عالم نے جب قرآن مجید اور فرقان حمید عطا فرمایا،تو ارشاد ہوا ،تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیراً(۱ الفرقان ۲۵) بابرکت ہے وہ جس نے اپنے عبد پر فرقان کو نازل کیا تاکہ وہ عالمین کے لیے نذیر بن جائے اور جب حضور اکرمؐ کو معراج کی سعادت حاصل ہوئی تو فرمایا،سبحان الذی اسری بعبده لیلاً(۱الاسراء۱۷) پاک وپاکیزہ ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا،اور وہاں پہنچ کر جب وحی کی تو فرمایا ،فاوحی الیٰ عبده ما اوحی(۱۰ النجم ۵۳) وحی کی اپنے بندے پر جو وحی کرنی تھی۔یہی وہ

عبدیت کا شرف ہے ہم جس کی گواہی تشہد میں رسالت کی گواہی سے پہلے دیتے ہیں اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ یہ وہ کرامت اور فضیلت ہے کہ اگر عطا ہو جائے تو تمام فضیلتیں اور کرامتیں ہیچ ہیں عبودیت عبد و معبود کے درمیان ایک راز ہے، رمز ہے، قرب ہے، یگانگت ہے۔ لیکن یہی غلامی اور بندگی اگر اللہ کی ہو تو فخر ہے، امتیاز ہے شان ہے ،فضیلت ہے لیکن اگر بندوں کی غلامی ہو تو ذلت ہے، خواری ہے، مصیبت ہے اور زاری ہے ۔اسلام سے قبل پوری دنیا میں بالخصوص عرب میں غلامی کا عام رواج تھا، بردہ فروشی عام تھی، صاحبِ ثروت کی بزم میں غلاموں کی کثرت، ان کی امارت کی دلیل اور ثبوت تھا ،اسلام نے غلامی کو کچھ مستحسن نہیں جانا اور نہ ہی اس کی ہمت افزائی کی بلکہ آغازِ اسلام سے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی، آزادی کی ترغیب دلائی اور غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کی سعی بلیغ کی، اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے غلاموں کو آزاد کرانے کی رغبت دلائی اور حضرت خدیجہؑ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید کو ابنیت کا شرف بخشا اور حضرت علیؑ نے اپنی محنت کی کمائی سے ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرایا تھا اور جو غلام حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان میں سے ایک عالمِ تصوف میں خواجہ قنبر کے نام نامی سے شہرت رکھتے ہیں ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام غلاموں کو آزاد کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے تھے، اگر اس سے کوئی خطا سرزد ہوئی اور اس نے قرآن کی آیت والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (۱۳۴ آلِ عمران ۳) کی تلاوت کی تو امام علیہ السّلام نے اس کی خطا کو معاف کرنے کے ساتھ ساتھ اسے آزاد بھی کر دیا۔ امام رضا علیہ السّلام کے غلام حضرت معروف کرخی

صوفیوں کے رہنما نظر آتے ہیں اور دریاؤں کا تلاطم ان کا نام لینے سے تھم جاتا ہے۔ ایسے ہی باعظمت غلاموں میں ارتقائے بندگی کی معراج پر ہمیں ابو ذر غفاری کے غلام حضرت جون نظر آتے ہیں۔ جنابِ جون، حبشی النسل سیاہ رنگ کے غلام تھے، پہلے فضل بن عباس بن عبد المطلب کی غلامی میں تھے، جنابِ امیرؑ نے ڈیڑھ سو اشرفی میں انھیں خرید کر جنابِ ابوذر کو مرحمت فرمایا تھا۔ اس کے بعد سے جون مسلسل حضرت ابوذرؓ کے ساتھ رہے ۔ جب خلیفۂ ثالث نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا تو یہ ان کے ہمراہ تھے ۔ جنابِ ابوذرؓ کی وفات کے بعد ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں مدینہ واپس آ گئے اور جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السّلام اور ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ کے ہم رکاب رہے اور امام زین العابدین علیہ السّلام کے دولت کدہ میں خدمت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جب حضرت امام حسینؑ نے مدینہ اور مکّہ اور مکّہ سے عراق کا سفر شروع کیا تو جناب جون بھی امام علیہ السّلام کے ہم سفر رہے۔ شبِ عاشور جنابِ جون امام حسینؑ کے خیمے میں بیٹھ کر اسلحۂ جنگ کو درست کر رہے تھے کہ متوقع حملہ کے پیشِ نظر وہ کسی سے پیچھے نہ رہیں اور امام علیہ السّلام کی معیت میں دشمن کے حملوں کا بھرپور جواب دے سکیں ۔ جب عاشور کی صبح نمودار ہوئی اور اصحابِ حسینؑ یکے بعد دیگرے درجۂ شہادت پر فائز ہونے لگے، تو جنابِ جون نے بھی خدمتِ امامؑ میں حاضر ہو کر اذنِ جہاد طلب کیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا، جون انت فی اذن منی فانما تبعتنا طلبا للعافیۃ فلا تبتل بطرتقینا ے جون

میں اپنی اطاعت کا قلاوہ تمہاری گردن سے اتارتا ہوں اور تمہیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم ہمارے ساتھ طلبِ عافیت کے لیے آئے تھے، تم اپنے آپ کو ہماری وجہ سے مصیبت میں گرفتار نہ کرو۔ برماتے جون نے امامؑ کے قدموں پر گرکر عرض کی یابن رسول اللہانا فی الرّخال الحس قصاعکم وفی الشدہ اخذلکم فرزندِ رسولؐ کیا یہ ممکن ہے کہ آسائش وراحت کے دنوں میں تو آپؑ کی کاسہ لیسی کروں اور شدت ومصیبت کے وقت آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں،اس کے بعد جب امامؑ نے اجازت نہیں مرحمت فرمائی تو احتجاجاًیہ کلمات زبان پر جاری فرمائے، جس سے ان کی الفت ومحبت اور فداکاری وجاں نثاری کے جذبے کا پتہ چلتا ہے، واللہ انّ حسبی لئیم ولونی لا سودوریحی لمنتن فتنفّس علی بالجنۃفتطیب ریحی وبشرف حسبی ویشرق لونی واللہ لا افارقکم حتیّ یختلط ھذا الدّم الاسودمع دماء کم ”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بدن سے بدبو آتی ہے اور میرا حسب ونسب بھی مجہول اور غیر معروف ہے اور میرا رنگ بھی سیاہ ہے کیا حضورؑ انھی وجوہات کی بناء پر نہیں چاہتے کہ میں بہشت میں داخل ہو جاؤں کہ میری بدبو خوشبو سے مبدّل ہو جائے اور میری کم نسلی باعثِ شرف ہو جائے اور میرا رنگ گورا ہو جائے۔ خدا کی قسم میں آپؑ کی خدمت سے کبھی جدا نہ ہوں گا،جب تک کہ اپنے سیاہ خون کو آپ کے بابرکت خون سے نہ ملادوں“۔جذبۂ اطاعت اور شوقِ شہادت سے بھرپور ،جذبات سے مملواور محبت والفت وچاہت سے لبریزان الفاظ کے بعد امام حسین علیہ السّلام

نے اس بوڑھے مجاہد کو میدانِ کارزار جون لشکرِ اعداء کے سامنے آئے اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے

كيف ترى الفجّار ضرب الأسود　　بالسيف صلتاً عن بني محمّد

أذبّ عنهم باللسان واليد　　أرجو به الجنّة يوم المورد

اس رجز خوانی کے بعد اُن کے حملوں کا سلسلہ جاری ہوگیا اور وہ مسلسل حملے کرتے رہے، منتھی الامال اور مناقب ابن شہر آشوب کے بیان کے مطابق پچیس (۲۵) سواروں کو فی النار والسقر کرنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی شہادت کے بعد سرکار سید الشہداء ان کے بالیں تشریف لے گئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی ،الھم بیّض وجھه وطیب ریحه واحشره مع الابرار وعرّف بینه وبین محمد وآلِ محمدؐ بار الہا اس کے چہرے کو روشن کردے، اس کی خوشبو کو پاک و پاکیزہ بنادے اور اسے ابرار واخیار کے ساتھ محشور فرما، اور محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے درمیان اس کے رشتۂ الفت کو استوار فرما۔ سید الشہداء کی دعائے مبارک کا یہ اثر تھا کہ بنی اسد کے جو لوگ امام زین العادین علیہ السّلام کے ساتھ مقتولین کے دفن میں شریک تھے ،وہ روایت کرتے ہیں کہ انھم وجدوا جوناً تفوح منه رائحته طیبة اذکی من المسک کہ انھوں نے جون کی لاش کو اس طرح دیکھا کہ اس سے پاک وپاکیزہ خوشبو آرہی تھی ،جو مشک وعنبر سے بہتر تھی ۔ اگر ہم حضرت جون کے واقعات کا تجزیہ اور تحلیل کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شہدائے کربلا کتنی عظمتوں اور کرامتوں کے حامل تھے قلاوہ بیعت ہٹا لینے کے باوجود جون کا خدمتِ امامؑ

میں رہنا، اجازت کے لیے اصرار کرنا، اور پھر احتجاج کرتے ہوئے ایسے جملے ادا کرنا کہ امام حسین علیہ السّلام جنھیں سن کر اجازت مرحمت فرمادیں اور امامؑ عالی مقام کا ان کے لیے دعا کرنا اور دعا کے اثر کا ظاہر ہونا یہ تمام واقعات اس امر کے عکاس و غماز ہیں کہ جون کو شہدائے کربلا میں کتنا اہم مقام حاصل ہے، جو بھی صدقِ دل سے امامؑ کی خدمت کرتا ہے، اسے کتنی جلدی اجر مل جاتا ہے۔ دنیا میں اس اجر کا مل جانا، اس کے اُخروی اجر کا پیش خیمہ ہے۔ کربلا کی جنگ میں مردوں، عورتوں، بچوں، جوانوں، آزاد منشوں رنگ و نسل کا فرق زبان اور عربی و عجمی فرق، کالے اور گورے کا فرق، بلند و پست کا فرق حسب و نسب کا فرق، جتنے امتیازات ہو سکتے تھے کربلا نے ان سب کو مٹا دیا، اور مساوات و حریت کا ایسا درس دیا، جس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کی جا سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔

ایھا الناس ان ربکم واحد واباکم واحد کلم من اٰدم واٰم من تراب۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ،لیس لعربی علی عجمی ولا الاحمر علی اسود فضل الاّ بالتقوی ،الا فلیسلغ الشاھد عنکم الغائب اے لوگو! بے شک تمہارا ربّ واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے، تم سب آدمؑ کی اولاد ہو، اور آدمؑ تراب سے پیدا ہوئے۔ اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی کالے پر کسی گورے کو کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ تم میں سے جو موجود ہے، وہ ان تک پیغام پہنچا دے، جو موجود نہیں ہیں۔

حضرت جون جو حبشی النسل ہیں، قریشی، ہاشمی کے خون میں اپنے خون کو ملانا چاہتے ہیں، اور امام حسین علیہ السّلام اذنِ جہاد دے کر عجمی و عربی اور کالے گورے کے فرق کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اور حسب و نسب کے امتیاز کو ختم کر رہے ہیں۔ جون کی قربانی ایک ایسے غلام کی قربانی ہے جو بندگی کی اعلیٰ قدروں کا حامل اور ارتقائے بندگی کی معراج تھا۔

خدا رحمت کند آن عاشقانِ پاک طینت را